© rasailojaraid.com

پروفیسر رحمت فرخ آبادی

شاہ جو رسالو کی تدوین و تالیف

شاہ عبدالطیف بھٹائی سے سندھی شعر و سخن کا ایک ترقی یافتہ دور شروع ہوتا ھے ۔ ان کے کلام نے ایک زمانے کو متاثر کیا ۔ اس میں سندھی تہذیب و ثقافت کے بنیادی عناصر جلوہ فرما نظر آتے ھیں ۔ شاہ موصوف درحقیقت سندھی زبان و ادب اور تاریخ و ثقافت کے شاہ ھیں ۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم ھے کہ ایک طرف اگر کسان اپنے کھیت اور کھلیان میں گڈریے اپنے ریوڑ کے ساتھ میدانوں اور مرغزاروں میں ، الغوزے اور سارنگی نواز اپنی دھنوں پر اور سگھڑ اپنی محفلوں میں ان سے اپنے دل کو برماتے اور روح کو گرماتے ھیں تو دوسری طرف ادیب اپنی تحریروں میں ، شاعر اپنے کلام میں اور مقرر اپنے موقف کی وضاحت اور حمایت کے لئے شاہ کے کلام سے سند لاتے ھیں ۔ شاہ کے کلام نے اپنے زمانے ھی میں شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کر لی تھی ، لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ھے کہ شاہ کے کلام کے کئی گوشے ابھی تک ھماری نگاھوں سے اوجھل ھیں ۔ شاہ کا کلام آفاقیت اور بین الاقوامیت کا حامل ھے ۔ درحقیقت بین الاقوامیت کے چار پہلو ھیں ۔ سماجی سیاسی ، معاشی اور ثقافتی ۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی نے ان چاروں پہلوؤں کو نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا ھے ۔ انھوں نے جہاں کوئی بات کی ھے ، عالم انسانیت ھی کے لئے کی ھے ۔ جس طرح سندھی دنیا کی بہترین زبانوں میں سے ھے ۔ اِسی طرح " شاہ جو رسالو " بھی دنیا کا بہترین کلام ھے ۔ لیکن اُس زمانے میں طباعت کی سہولتیں میسر نہ تھیں ۔ اسی وجہ سے لوگوں نے شاہ کے کلام کی نقول حاصل کر کے محفوظ کرنا شروع کر دیں ۔

شاہ عبداللیف بھٹائی کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ھے کہ وہ پڑھے لکھے نہ تھے ۔ چنانچہ کیف و مستی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ جو کچھ فرماتے ، وہ ان کے فقرا لکھ لیا کرتے تھے ۔ اس طرح ان کی زندگی میں یہ کلام کئی فقیروں میں جمع ہو گیا ۔ کہتے ہیں کہ اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل شاہ صاحب نے اپنے کلام کی تین ضخیم بیاضیں بھٹ شاہ کی جھیل کراڑ میں غرق کر دی تھیں ، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ لوگ بعد میں ان کے کلام کی رمزیت کو نہ سمجھ سکیں گے ۔ ان جلدوں کے ضائع کرنے پر شاہ کے مریدوں اور فقیروں نے رنج و غم کا اظہار کیا تو شاہ نے اپنی ایک مرید مائی نیامت (نعمت) کو جسے ان کے کلام کا بیشتر حصہ یاد تھا حکم دیا کہ وہ یہ کلام تحریر کرا دے ۔ بعد میں شاہ صاحب نے اس پر نظر ثانی کی اور اس طرح جو نسخہ مرتب ہوا وہ " گنج " کے نام سے مشہور ہے ۔ ابتدا میں یہ " گنج " شاہ کے بڑے خلیفہ ثمر فقیر کے سپرد کیا گیا اور ابتک اس کے لواحقین اس کی حفاظت کرتے آرہے ہیں ۔ گنج میں شاہ بھٹائی کا کلام بغیر کسی ترتیب کے درج ہے ۔ شاہ بھٹائی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد فقیروں نے ان کے کلام کو ابیات کے مطابق اور سروں کی صورت میں ترتیب دیا ۔ لیکن میر عبدالحسین مانگی کا خیال ہے کہ شاہ کی حیات ہی میں ان کے کلام کو دو ہندوستانی گویوں اٹل اور چنچل نے سُروں اور داستانوں میں تقسیم کر دیا تھا اور شاہ عبداللطیف بھٹائی نے ہر ایک سُر کا مضمون کے مطابق الگ الگ نام رکھا ۔

جہاں تک شاہ عبداللطیف بھٹائی کا اپنے کلام کو جھیل کراڑ میں پھینکنے کا تعلق ہے ، ڈاکٹر گربخشانی اس کی صداقت سے انکار کرتے ہیں ۔ لیکن رسالوں کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں مولانا دین محمد وفائی کا خیال ہے کہ " رسالو " کو جمع کرنے والے درویشوں نے زمانۂ قدیم کی ترتیب کو قائم رکھا ہے ۔ یعنی ابتدا میں وہ ابیات دیے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے اور اس کے بعد نعتیہ کلام ہے ۔ اسی ضمن میں صحابہ کرام کی تعریف کی گئی ہے ۔ پھر صوفیانہ ، توحیدی یا ویدرانتی فلسفے کے ابیات درج ہیں جس کی وجہ سے رسالو کا رنگ و آہنگ بھی وہی ہو گیا ہے جو اس زمانے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفنفین و مرتبین اختیار کتے تھے ۔ اس طرح رسالو کے تقریباً چالیس قلمی نسخوں کا اب تک سراغ ملا ہے جو جامعہ سندھ کے ادارہ سندھ شناسی میں اصل حالت میں ، فوٹو اسٹیٹ یا مائیکرو فلم کی صورت میں محفوظ ہیں ۔

اس سلسلے میں جہاں تک " شاہ جورسالو " کے مطبوعہ نسخوں کا تعلق ہے ، اس کی اوّلین طباعت کا سہرہ ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ کے سر ہے جس نے اسے ۱۸۶۶ ء میں قدیم سندھی رسم الخط میں جرمنی کے شہر میونخ سے شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۷۳۸ ہے ، لیکن یہ ایک نامکمل نسخہ ہے ۔ اِس میں صرف بائس سُر ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طباعت پر اتنے زیادہ اخرجات آئے کہ کام نامکمل رہ گیا ۔ اس طباعت کے بارے میں مرزا قلیچ بیگ کا یہ خیال ہے کہ اس کی عبارت اکثر غلط معلوم ہوتی ہے اور بقول پروفیسر لطیف اللّٰہ بدوی مرحوم اس کا رسم الخط اردو کے قریب ہے اور کئی ابیات اور ان کی عبارت بھی غور طلب ہے ۔

اس کے بعد ۱۸۶۷ء میں مولانا عبدالکریم بلندری نے رسالو ترتیب دیا جسے کراچی کے ایک تاجرکتب قاضی ابراھیم نے مطبع حیدری سے طبع کرا کے شائع کیا ۔ اس کے صفحات کی تعداد ۴۹۰ ہے ۔ یہ لیتھو میں طبع ہوا ہے ۔ مرزا قلیچ بیگ کا خیال ہے کہ یہ ایک صحیح مطبوعہ نسخہ ہے ۔ اس کا رسم الخط بھی پرانا ہے ۔ خان بہادر محمد صدیق میمن نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ مسیون محمد ہالہ والے اور آخوند عبدالرحیم عباسی کے پاس جو قدیم اور مستند نسخے ہیں ان کی مدد سے یہ نسخہ تیار کیا گیا تھا ، اور بھٹ شاہ کے کلام گو فقیروں سے کئی ابیات کی الگ الگ عبارت حاصل کر کے اسے اس کے حاشیے میں درج کیا گیا ، اور یہ کہ بعد میں جن لوگوں نے شاہ کا کلام مدوّن کیا ان کے لیے یہ نسخہ راہبر بنا ۔ لیکن گربخشانی نے لکھا ہے کہ ایسا مطبوعہ ردی نسخہ اب تک نہیں ملے گا ۔ اس میں رطب ویابس اور بہت سا الحاقی کلام بھی شامل ہے ۔ پروفیسر لطف اللّٰہ بدوی کا بھی یہی خیال ہے کہ اس میں کلام کی صحت کا خیال نہیں رکھا گیا ، جبکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا دین محمد وفائی کا کہنا ہے کہ بھٹ شاہ اور درگاہ شاہ عبدالکریم بلڑی والے مخطوطوں کو میں نے دیکھا ہے ، ان میں اور بمبئی والے نسخے میں معمولی سا فرق ہے اور یہ ایک جامع نسخہ ہے ۔

بعد میں ۱۹۰۰ء میں حکومت بمبئی کی طرف سے محکمہ تعلیم کے لئے ، سندھ کے ایجوکیشنل انسپکٹر مسٹر فلٹن کے ایما پر محکمہ تعلیم کے مترجم دیوان تارا چند شو قیرام حیدرآبادی نے بھٹ شاہ کے مخطوطے کی نقل حاصل کر کے رسالو طبع کرایا ۔ اس کے ۶۵۵ صفحات ہیں ۔ اس کے بارے میں مرزا قلیج بیگ نے لکھا ہے کہ اس میں ۸۴۶ ابیات اور ۱۵ وائیاں موجود نہیں ہیں اور بعض دیگر فروگزاشتوں کے علاوہ کئی ابیات اور وائیاں اپنے اصل مقام پر درج نہیں ہیں ۔ دیوان تارا چند نے یہ نسخہ بھٹ شاہ کے قلمی نسخے اور ٹرمپ اور بمبئی والے مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھ کر مرتب کیا تھا ۔ مولانا وفائی نے لکھا ہے کہ اس میں بہت ساکلام الحاقی ہے اور اس میں موجودہ رسم الخط اختیار کیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر گربخشانی نےلکھا ہے کہ اس کے علاوہ علم لغت سے ناواقفیت کی وجہ سے شاہ کے دور کا تلفظ بدل کر اسے حیدرآبادی تلفظ دیا گیا ہے اور بعض جگہ قیاسی تلفظ اختیار کیا گیا ہے ۔ بعض جگہ سر اور بیت زائد ہیں ۔

دیوان تارا چند شو قیرام کے بعد مرزا قلیج بیگ نے رسالو کو مرتب کیا ، اس کی بنیاد انہوں نے تارا چند کے مطبوعہ نسخے کو بنایا ۔ ان کا ارادہ تھا کہ مختلف نسخوں میں جو کمی بیشی ہے یا جو الحاقی کلام ہے ، ان سب کو یک جا کر دیا جائے تاکہ بعد میں تحقیق میں آسانی ہو ۔ یہ رسالو ۱۹۱۳ء میں شکارپور کے تاجر منشی پوکرداس نے شائع کیا تھا اس میں مرزا قلیج بیگ نے سرکاری طباعت کو قائم رکھتے ہوئے ہر صفحے کے حاشیے میں بمبئی والے نسخے کی عبارت دی ہےاور جو ابیات نہیں ہیں انہیں بھی اصل مقام پر درج کیا ہے اور ابیات کا نمبر سرکاری طباعت والے رسالو کا قائم کیا ہے ۔ اس طباعت کے بارے میں مولانا وفائی کا خیال ہے کہ یہ الحاقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور غیر الحاقی کلام کا کچلول ھے ۔ گربخشنانی کا یہ خیال ھے کہ مرزا صاحب نے پہلے کے مطبوعہ نسخوں اور بمبئی کے مطبوعہ نسخے کے بہت سے ابیات اپنے اس نسخے میں اس لئے شامل کیے تاکہ قاری کو تمام ربیات یک جا مل جائیں ۔ پروفیسر لطف اللہ بدوی نے اس پر ان خیالات کا اظہار کیا کہ " مرزا قلیج بیگ کی اس کاوش کو کئی نقادوں نے سعی لاحاصل کا نام دیا مگر حقیقت یہ ھے کہ یہ وہ جامع نسخہ ھے جس میں شاہ بھٹائی کے گذشتہ تمام نسخوں کا مواد موجود ھے جس کی وجہ سے کسی دوسرے طبع شدہ ایڈیشن کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور یہ کوئی کم فائدے کی بات نہیں ھے ۔

لیکن اس کے باوجود شاہ جورسالو کے ایک صحیح اور مستند نسخے کی ضرورت اپنی جگہ باقی رھی چنانچہ اس کام کی تکمیل کا بیڑا سندھ کے فارسی کے عالم ڈاکٹر ہوتچند مولچند گربخشانی نے اٹھایا جو فارسی کے معلم ہونے کے علاوہ سنسکرت سندھی اور ھندی کے عالم ، علم اللغت کے ماھر اور عربی سے واقف تھے ۔ انہوں نے برسوں کی شبانہ روز محنت کے بعد شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کو سمجھا تھا ۔ ان کا ارادہ تھا کہ رسالو کا ایک صحیح بامعنی نسخہ شائع کیا جائے ۔ چنانچہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور پورے رسالو کو چار حصوں میں تقسیم کر کے اس کی پہلی جلد ۱۹۲۳ء میں شائع کی ۔ اس کا مقدمہ انہوں نے اس اعلی درجے کا لکھا کہ لوگوں نے ان کی قابلیت کا لوھا مانا ۔ جلد اول کی تدوین میں انہوں نے مندرجہ ذیل قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے استفادہ کیا ۔
(الف) شاہ عبدالکریم بلڑی والے کی درگاہ کا قلمی نسخہ ۔
(ب) بمبئی کا مطبوعہ نسخہ ۔ (ج) بھٹ شاہ کا قلمی نسخہ
(د) ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ کا مطبوعہ نسخہ ۔

"شاہ جورسالو" کی جلد اول کے مرتب کرنے میں گربخشانی نے جو اصول اختیار کیے ان کا تذکرہ انہوں نے اس کے دیباچے میں کیا ھے ۔ اور وہ یہ ھیں کہ زیادہ تر قلمی نسخوں کے اختلافات حاشیے میں دیے ، تحقیق و تدقیق کے بعد جو الحاقی کلام سامنے آیا اسے رد کر دیا ۔ جہاں قلمی اور مطبوعہ نسخوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی عبارت فاسد نظر آئی وہاں قیاس سے کام لیا ، بعض ابیات کو جو اصل مقامات پر درج نہ تھے انہیں اصل مقامات پر لکھا، ہر لفظ پر اعراب لگائے ـ پورے کلام کی شرح اور مشکل الفاظ کے معنی لکھے ـ شاہ جو رسالو میں ٹھیٹھ سندھی الفاظ جو اب متروک ہیں ، ان کی اصل اور اشتقاق کو درج کیا اور جہاں اس کی پتہ نہ چلا وہاں دوسری آریائی زبانوں سے مشابہت رکھنے والے الفاظ کو بطور شہادت درج کیا ـ اصطلاحی الفاظ اور جملوں اور قرآن و حدیث کے اشاروں ،اورجمادات ونباتات کی خاص طور پر وضاحت کی ، ضروری مقامات پر صوفیانہ اور روحانی مطالب کو بیان کیا اور اس کے ساتھ ہی قدیم تلفظ اختیار کیا ـ اس دیباچے کے آخر میں انہوں نے قلمی معاونت کے سلسلے میں اپنے شاگرد پروفیسر عمرالدین داؤد پوتہ کی جلد کا مبعضہ تیار کرنے ، شرح لکھنے اور طباعت کی غلطیاں دورکرنے کے سلسلے میں شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ اگر وہ اتنی محنت نہ کرتے تو شاید یہ کام اتنی جلدی نہ ہوسکتا ـ

شاہ جورسالو کی جلد اول کی ابتدا میں گربخشانی نے ایک تحقیقی مقدمہ بھی لکھا جو شاہ پر تحقیق کا ایک شاہکار ہے اور اب تک شاہ پر لکھنے والے کسی نہ کسی طرح اسی سے خوشہ چینی کرتے آئے ہیں ـ یہ مقدمہ دس فصلوں پر مشتمل ہے جس کے عنوانات یہ ہیں (۱) شاہ کی سوانح عمری (۲)شاہ کی صورت و سیرت (۳) شاہ کا مذہب (۴) ویدانت اورتصوف (۵) شاہ کی شعر و شاعری (۶) شاہ کے شعر کے مضامین و عبارت (۷) شاہ کی نظمیں (۸) شاہ کی سندھی (۹) شاہ کے کلام) کی نحوی بناوٹیں اور (۱۰) رسالو کی تصنیف و تالیف ـ بعد میں یہ مقدمہ ڈاکٹر گربخشانی نے ۱۹۳۶ء میں الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیا ـ

گربخشانی کے مرتبہ شاہ جورسالو کی جلد اول کے شائع ہوتے ہی سندھ میں ہر طرف ایک ہنگامہ بپا ہو گیا اور ادبی معرکہ آرائی شروع ہو گئی ـ یہ ادبی معرکہ آرائی ۱۹۲۴ء تک جاری رہی ـ اس میں کہا گیا کہ شاہ کے کلام کو سنوارا نہیں بلکہ بگاڑا گیا ہے بعنحر صرف الحاقی کلام ہی خارج نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا گیا ھے بلکہ خود شاہ کے کلام کوڈاکٹرگربخشانی نے اپنے مزاق کے مطابق الحاقی کلام سمجھ کر خارج کردیا ھے ۔ چنانچہ جٹھمل پرسرام اڈوانی نے جو اخبار "بھارت واسی" کے مدیر تھے اپنے اخبار کے ۲۴ ۔ ۱۹۲۳ء کے شماروں میں اس سلسلے میں کئی مضامین لکھے اور گربخشانی کی محنت اور تحقیق کی تعریف کے ساتھ ساتھ ان کے مرتبہ رسالوں کی کئی خامیاں بیان کیں ۔ اسی طرح حیدرآباد کے روزنامہ پرکاش میں بھی کئی ماہ یہ ادبی معرکہ جاری رھا ۔ اس بحث میں حصہ لینے والے علما و ادبا کے اس طرح دو گروپ بن گئے تھے ۔ جٹھمل پرسرام کے ساتھ مرزا قلیج بیگ اور دیوان لیلا رام تھےاور گربخشانی کی ھمنوائی کرنے والوں میں لال چند امرڈنومل ، عیدن مل مینگھراج ، بھیرومل مہرچند آڈوانی ، حکیم فتح محمد سیوھانی ، اور ڈاکٹر عمربن محمد دواؤد پوتہ قابل ذکر ھیں ۔ بھیرومل مہر چنداڈوانی نے تو معترضین کی تحریروں کو ایک ناپاک تحریک کے نام سے موسوم کیا ۔ جٹھمل اور ان کے ھمنواؤں کے اعتراضات مندرجہ ذیل تھے ۔

۱ ۔ گربخشانی نے مقدمہ لطیفی میں ٹھیٹھ عربی اور فارسی کے الفاظ اور محاورے استعمال کیے ھیں ۔

۲ ۔ گربخشانی نے شاہ کے کئی الفاظ کا اشتقاق غلط دیا ھے اور کئی مصرعوں کے معنی و مفہوم غلط اخذکیے ھیں ۔

۳ ۔ گربخشانی نے تقریباً ایک ھزار ابیات جو دیوان تاراچند اور مرزا قلیج بیگ کے مرتبہ مطبوعہ نسخوں میں موجود تھے نکال دیے ھیں جس کی انھوں نے کوئی قوی دلیل نہیں دی ھے بلکہ صرف یہ بتایا ھے کہ یہ ابیات شاعرانہ خوبیوں سےخالی ھیں اور یہ کہ وہ شاہ کا کلام نہیں ھے ۔ اس سے سندھی ادب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ھے ۔ اس زور آوری کومرزاقلیج بیگ نے رسالو کا مقتل اور دیوان لیلا رام وطن مل نے ایک مصیبت کہا تھا ۔ اس آخری اعتراض پر اس ادبی معرکہ آرائی کا بہترین مضمون جٹھمل پرسرام نے لکھا جو بھارت واسی کے شمارہ ۱۷ ، مارچ ۱۹۲۴ء میں شائع ھوا ۔

اسی طرح محمد بخش واصف نے جو اس دور کے بلند پایہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نثرنویس ، شاعر اور نقاد تھے ، گربخشانی پر اعتراض کیے اور ان کی شرح کے جواب میں شرح لطیفی کے نام سے ایک کتاب لکھی ۔ مرزا قلیچ بیگ نے ۲۵ ، دسمبر ۱۹۲۳ء کو گربخشانی کے رسالو کی جلد اول پر ایک تنقید لکھی جس میں رسالو کی شرح، الفاظ کے معنی اور ان کی محنت کی داد دی لیکن رسالو سے ابیات کے اخراج یا ان میں کمی بیشی کی کوئی بات نہ کسی ۔ جب جٹھمل پرسرام نے ان کی توجہ اس طرف دلائی تو انہوں نے تسلیم کیا کہ بہت سے بیت رسالو سے خارج کیے گئے ہیں ۔ اس پر مرزا قلیچ بیگ کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا کہ وہ ایک چیز کے بارے میں دو رائے رکھتے ہیں ۔ اس ہنگامہ آرائی سے تنگ آکر مرزا قلیچ بیگ نے محکمہ تعلیم کے حکام کو لکھا کہ بہتر یہ ہے کہ شاہ جو رسالو کے مرتب کرنے اور اس کی شرح لکھنے کے لئے علما کی ایک کمیٹی قائم کی جائے جو ایم مکمل نسخہ تیار کر کے اہل سندھ کے سامنے پیش کرے تاکہ آئیندہ ایسے اختلافی ہنگاموں سے نجات ملے ۔ لیکن ان کی اس درخواست پر کوئی دھیان نہ دیا گیا ۔

اسی دور کے ایک جید سندھی عالم اور شاعر علامہ سید قاضی اسد اللہ شاہ صاحب ٹکھڑائی سے گربخشانی نے اپنے مرتبہ رسالو کے لیے چند سطور لکھوائیں تاکہ انہیں بطور سند درج کیا جا سکے ۔ لیکن جب علامہ اسد اللہ کی توجہ شاہ کے کئی ابیات کے اخراج اور تصوف کی غیر اسلامی تفسیر و تعبیر کی طرف دلائی گئی تو انہوں نے ایک مضمون لکھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر تھا کہ " پروفیسر (ڈاکٹر گربخشانی) نے کئی ابیات شاہ کا کلام نہ سمجھتے ہوئے خارج کر دیے ہیں جسکی وجہ سے شاہ کے کلام کے شائقین نے اس معاملے کو اخبارات میں خوب اچھالا ہے ۔ پھر یہ کہ اور بھی کئی ضروری اور اہم مقاصد ان کی شرح میں فروگزاشت کیے گئے ہیں ۔ " اس طرح یہ بحث کافی طول پکڑ گئی ۔ سندھ کا باشعور طبقہ بعض بے جا اعتراضات سے سخت پریشان تھا چنانچہ اسے ختم کرنے کے لئے علامہ سید قاضی اسد اللہ ٹکھڑائی نے ایک درمیانی راستہ اختیار کیا اور ایک طویل خط اس سلسلے میں ۵ ، اپریل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۲۴ء کے روزنامہ الوحید میں شائع کرایا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ ۔

(الف) ڈاکٹر گربخشانی کے اس مرتبہ رسالو کے معنی اورطرز تحریر عمدہ اور محنت لائق صد ستائش ہے ۔

(ب) شاہ عبدالطیف بھٹائی جیسے مسلمانوں کے صوفی رہنما کے تصوف کے بارے میں گربخشانی نے جو خیالات پیش کیے ہیں وہ اسلامی تصوف کے خلاف ہیں ۔

(ج) ڈاکٹر گربخشانی نے شاہ عبدالطیف بھٹائی کے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے ، مکمل کلام جمع نہیں کیاہے اوراس سلسلے میں الجھنا عبث ہے ۔

علامہ اسداللّٰہ شاہ کے اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد اس ادبی معرکے کے دونوں فریقین کو جوش کی جگہ ہوش آنے لگا اور اس طرح یہ ادبی معرکہ آرائی ختم ہوئی ۔ اس کا تفصیلی ذکر بھیرو مل مہر چند اڈوانو نے رسالہ ماہنامہ سندھو شکار پور کے ۱۹۳۸ء کے اپنے ایک مضمون میں کیا ہے جو دس طویل اقساط میں شائع ہوا ہے ۔ اگر یہ ادبی معرکہ آرائی ان تمام اخبار اور رسائل سے نقل کر کے شائع کر دی جائے تو ایک معیاری تنقیدی کتاب بن جائے گی اور شاہ بھٹائی کے بارے میں تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دے گی ۔

بہرحال اس کے بعد گربخشانی کے مرتبہ شاہ جو رسالو کی دوسری جلد ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی ۔ اس میں ۵۰۱ صفحات اورچھ سر شامل ہیں ۔ اس جلد کی ترتیب بھی پہلی جلد ہی کے انداز پر ہے ۔ الفاظ و اصطلاحات جو جلد اول میں ہیں ان میں کچھ اس جلد میں بھی شامل ہیں ، شرح مختصر لیکن جامع ہے ۔ اس جلد کا مسودہ تیار ہونے کے بعد گربخشانی کو پیر غلام حیدر شاہ سجادہ نشین درگاہ کریمی کی مہربانی سے مرحوم پیرعبدالحسین خان تالپور سانگی کا مرتبہ مشہور قلمی نسخہ ملا جس کی وجہ سے دوبارہ مسودے کا اس سے موازنہ کرنا پڑا ۔ اس جلد کے دیباچے میں گربخشانی نے لکھا ہے کہ الحاقی کلام جو شاہ کے اصل کلام سے الگ کیا گیا ہے ، اسکے لیے یہ خیال ہے کہ اسے بطور ضمیمہ الگ طبع کرایا جائے ۔ انہوں نے اس جلد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاونین میں جنھوں نے اس کی ترتیب و تزئین میں مدد دی اور جلد اوّل کی اشاعت پر اس کی تعریف کی ، ڈاکٹر عمر الدین داود پوتہ ، شمس العلما مرزا قلیج بیگ اور علامہ قاضی سیّد اسد اللّٰہ شاہ صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے ۔

گربخشانی کے مرتبہ شاہ جورسالو کی جلد سوم ۱۹۳۱ءمیں شائع ہوئی ۔ اس کے ۵۱۵ صفحات اور اس میں کل سات سُر شامل ہیں ۔ اس کو مرتب کرتے وقت گربخشانی کے سامنے برٹش میوزم میں موجود شاہ جورسالو کا قلمی نسخہ بھی تھا جس کی عبارت صحیح اور مستند ہے اور الحاقی کلام جو رسالو کے مروجہ نسخوں میں موجود ہے اس کا بیشتر حصّہ تو اس میں موجود ہی نہیں ہے ۔ اس جلد کے بارے میں دیباچہ میں گربخشانی نے لکھا ہے کہ " اس میں جو سُر دیئے گئے ہیں وہ اپنی عبارت کے اعتبار سے شاہ کے کلام کا جوہر ہیں لیکن وہ دیگر سُروں سے زیادہ مشکل ہیں جس کی وجہ سے ان کے مطالعہ و تلفظ اور معنی میں گڑ بڑ ہے اور شاید اسی وجہ سے عام لوگوں نے ان سُروں میں زیادہ دلچسپی نہیں لی ہے ۔ اس طباعت میں ایسی دقتیں ہٹا دی گئی ہیں ، معنی و تشریح کافی غور و فکر کے بعد لکھی گئی ہے اور بعض الفاظ اور اصطلاحوں کی اس جلد میں دوبارہ تشریح کی گئی ہے ۔ کئی سُروں میں قدیم الفاظ اور اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں ۔ ان کے معنی نہ تو مروجہ لغات میں ملتے ہیں اور نہ ان لوگوں کے علم میں ہیں جو لطیف شناس کہلاتے ہیں ۔ ان میں سے بعض معنی صرف برٹش میوزم والے محظوطے میں فارسی زبان میں دیے گئے ہیں جہاں سے انہیں ہو بہو لے لیا گیا ہے ، اور باقی ایسے الفاظ کے معنی کے لیے ان افراد سے تحقیق کی گئی جن کے یہاں وہ الفاظ و اصطلاحات آج تک مروح ہیں ۔ مثلاً سرکا موڈ اور سرگھاشو میں ماہی گیری کی اصطلاحات ہیں ، ان کے بارے میں میر بحروں اور خصوصاً حیدر آباد کی مشہور قدیم ساتھی مائی سے خاص طور پر دریافت کیا گیا ۔ اسی طرح سرمارئی میں جن پودوں ، درختوں ، پھول پتوں ، جگہ ، مکان اور ریت ورسموں کا تذکرہ ہے ، ان کے بارے میں تھر کے علاقے کے باشندوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دریافت کیا گیا ہے، پھر ان معنی کو علم لغت کی کسوٹی پر پرکھا گیا " اس دیباچے کے آخر میں انہوں نے اپنے قلمی معاونپن میں سے ڈاکٹر عمرالدین محمد خان داؤد پوتہ کا شکریہ ادا کیا ہے کہ جنہوں نے قلمی نسخوں کے تقابلی جائزے میں اور کئی سُروں کی شرح لکھنے میں مدد کی اور اپنے ایک پرانے شاگر غلام دستگیر پاندھیانی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے اس جلد کا مسودہ تیار کرنے میں سخت محنت کی۔

اس طرح گربخشانی کے مرتبہ شاہ جورسالو کی تین جلدیں شائع ہو سکیں اور چوتھی اور آخری جلد کی اشاعت کی نوبت نہ آ سکی یہاں تک کہ ۱۹۳۶ء میں گربخشانی کا انتقال ہوگیا ڈاکٹر گربخشانی اپنی زندگی ھی میں ترمیم و اضافہ اور نظر ثانی کے بعد شاہ جورسالو کی پہلی جلد کے مقدمے کو کتابی شکل میں مقدمہ لطیفی کے نام سے ۱۹۳۶ء میں شائع کر چکے تھے ۔ بعد میں مقدمہ لطیفی کو مختلف اداروں نے اس کی اہمیت کے پیش نظر شائع کیا اور کر رہے ہیں ۔ آزاد بک ڈپو حیدر آباد کی اشاعت پنجم ۵۶ ۔ ۱۹۵۵ء ہمارے پیشِ نظر ہے ۔ اس کی تمہید ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ نے لکھی ہے ۔اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ " وقت آ گیا ہے اب یہ بتایاجائے کہ آنجہانی گربخشانی کے مرتبہ شاہ جورسالو میں میرا کتنا حصّہ ہے ۔ آنجہانی نے خود بڑے فخر سے اپنے دوستوں کو بتایا تھا کہ میری کوشش کے بغیر وہ اس مشکل کام کے لیے ہرگز تیار نہ ہوتے اور ہوا بھی ایسا ھی کہ میری مدد کے بغیروہ رسالو کی چوتھی جلد مکمل نہ کر سکے لیکن تینوں جلدوں کے دیباچے میں شکریہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے میری معاونت کی کافی داد نہیں دی ہے ۔ شاید اس خیال سے کہ تمام اخرجات ان ھی کے تھے اور میں ایک تلمیز رشید کی حیثیت میں اتنے ھی اعتراف کے لائق تھا ۔ بہرحال رسالو کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۸۳ تک تمام متن اوّل تا آخر میرا ھی تیار کردہ ہے اور تشریح میں ہم دونوں ایک دوسرے کے شریک تھے ۔ صرف اشتقاقات کے تلاش کرنے میں انہوں نے خود محنت کی کیونکہ انہیں سنسکرت پر کافی عبور حاصل تھا ۔ کہانیاں اور ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روحانی راز اکثر بندے کے تحریر کردہ ہیں ، اسی وجہ سے روح رہاٹ کو گربخشانی کی کتاب نہیں کہنا چاہیے ، سوانح عُمری سوائے جزوی ترامیم و اضافہ کے میرے ہی قلم سے ہے ۔ اسلامی تصوف والے جملے اور خاص طور پر خدا تعالیٰ کا ظہور اور کائنات کا وجود میں آنا یہ سب گب صاحب کی کتاب عثمانی شاعری سے میرا ہی ترجمہ ہے ۔ شاہ صاحب کی صورت و سیرت ، ان کی شعر و شاعری اور شاہ کا مضمون اور عبارت والے ابواب میں ہم دونوں ایک دوسرے کے شریک ہیں ، باقی شاہ کی نظم ، شاہ کی سندھی ، شاہ کی نحوی بناوٹیں اور رسالو کی تصنیف و تالیف وہ ان ہی کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے ۔ متن کے علاوہ رسالو کی تمام عبارت ہم دونوں کی ذہنی گرم جوشی کا ایک عجیب و لافانی نتیجہ ہے ۔ جس طرح گنگا اور جمنا اپنے سنگم سے ایک ہوجاتی ہیں ، اسی طرح ہم دونوں کی عبارت نے بھی اسی آمیزش کی وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے ورنہ آنجہانی گربخشانی کے کئی مضامین اور نورجہاں کا تاریخی افسانہ اب ہی موجود نہیں جن سے قارئین کو معلوم ہوگا کہ وہ اگرچہ ایک بلند پایہ ادیب تھے ۔ لیکن ان کی اصل طرز عبارت نرالی تھی ۔ رسالو کی جلد سوم کے صفحہ ۲۸۳ کے بعد جہاں مسٹر غلام دستگیر باندھیانی اور ان کی عبارت شروع ہوتی ہے ، انشا پرداز اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے ۔ اس وقت آنجہانی لیلا رام وطن مل نے علی" الاعلان اس کا اظہار کیا تھا کہ یہ کام نوجوان مسلمان داؤد پوتہ کا ہے ، بس اس سلسلے میں اس سے زیادہ لکھنا کمال بے ادبی ہے " ۔

ڈاکٹر داؤد پوتہ کے درج بالا ریمارکس نے گربخشانی کے مرنے کے بعد ایک بحث چھیڑ دی ۔ اسے درحقیقت اس ادبی معرکہ کا تکملہ کہنا چاہیے ۔ سندھی ادب کے نقادوں نے سوائے چند نے ڈاکٹر داؤد پوتہ کی اس دلیل کو تسلیم نہیں کیا ۔ ایسے نقادوں میں جنہوں نے ڈاکٹر داؤد پوتہ کی حمایت کی تھی پروفیسر لطیف اللہ بدوی سرفہرست ہیں ۔ انہوں نے تذکرہ لطیفی جلد اول میں اس سلسلے میں لکھا ہے کہ " آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی اس بات کو مانے یا نہ مانے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود آنجہانی ڈاکٹر گربخشانی نے تمہید میں جو کچھ لکھا ہے وہ غلط بھی ہو سکتا ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ محنت گربخشانی کی نہیں ہے ، اب جبکہ ڈاکٹر داؤد پوتہ نے اپنے اہم حصے کا ذکر کیا ہے تو اس میں کوئی گناہ بھی نہیں ہے ۔ ڈاکٹر گربخشانی کی علمیت اور فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ڈاکٹر داؤد پوتہ کی عظمت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے " ۔ جبکہ ڈاکٹر خواجہ غلام علی الانہ نے اپنی کتاب " سندھی نثر جو تاریخ " میں مرحوم پروفیسر لطف اللہ بدوی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ڈاکٹر داؤد پوتہ کا یہ دعوی کہ گربخشانی کے رسالو والے روحانی راز وغیرہ انہوں نے لکھے تھے قابل قبول نہیں ، کیونکہ اس سلسلے میں گربخشانی پر کافی تنقید کی جا چکی ہے ۔ کئی مسلمان علما نے گربخشانی پر مذہبی نقطۂ نظر سے بھی تنقید کی ہے ۔ اگر یہ روحانی راز ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم کے تحریر کردہ تھے تو انہیں ایسے اعلان کی اس وقت جرأت کرنا تھی ۔ اسی طرح دوسرے بھی کئی دلائل ہیں جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ گربخشانی کا مرتبہ رسالو ان ہی آنجہانی گربخشانی کی محنت کا ثمر ہے ۔ تحقیق کے میدان میں اور سنسکرت اور دوسری زبانوں کے معاملے میں ڈاکٹر داؤد پوتہ گربخشانی کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں بلکہ گربخشانی کے مکتب کے شاگرد تھے اور گربخشانی ، داؤدپوتہ کے مقابلےمیں کافی بلند مرتبہ رکھتے ہیں " ۔

بہرحال گربخشانی کا مرتبہ شاہ جورسالو سندی ادب اور لطیفیات میں ایک اہم ترین مقام کا حامل ہے ، اسی لئے ڈاکٹر سورلے نے لکھا ہے کہ " ڈاکٹر گربخشانی کا رسالو ، شاعر اور اس کی شاعری کو نہایت ہی عالمانہ طور پر ظاہر کرتا ہے " ۔ ڈاکٹر خواجہ غلام علی الانہ نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ " گربخشانی کا مرتبہ شاہ جورسالو ایک بہترین شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے ، اس کے مطالعہ سے اس کی محققانہ شان کا پتہ چلتا ہے ، اس کتاب سے نہ صرف ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عربی و فارسی دانی کا پتہ چلتا ھے بلکہ سندھی زبان جس انداز سے بنی ھے اور اس پر جن زبانوں کا اثر ھے ان کے بارے میں بھی ان کے گہرے مطالعۃ کا اندازہ لگایا جا سکتا ھے اور بقول ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو "ڈاکٹر گربخشانی پہلے محقق ھیں جنہوں نے شاہ جو رسالو سے الحاقی کلام کو الگ کیا اور اس سلسلے میں اپنے دلائل دیے ، اس کا مناسب لب و لہجہ اختیار کیا ،سُرکیڈارو کو اس میں شامل کیا " چنانچہ عبدالحمید آخوند نے اسی لئیے کہا ھے کہ ڈاکٹر گربخشانی کا مرتبہ شاہ جورسالو آج بھی شاہ لطیف پر ایک ایسا مستند مواد ھے جو اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی تحقیق و تدقیق کا ایک جامع شاہکار ھے " گربخشانی کے نامکمل شاہ جو رسالو کے بعد سے ابتک رسالو کے تقریباً نو مختلف لیکن اچھے مندرجہ ذیل ایڈیشن شائع ھوچکے ھیں ۔

۱ ۔ ۱۹۳۱ء میں مولوی محمد ابراھیم بخیار پوری کا مرتبہ ۔ شائع کردہ ہیمنداس کتب خانہ سکھر ۔ تعداد صفحات ۹۳۴ ۔

۲ ۔ ۱۹۵۰ء میں غلام محمد شوھوانی کا مرتبہ ۱۲۱۲ صفحات پر مشتمل ، آر ، ایچ احمد اینڈ برادرس تاجران حیدر آباد نے شائع کیا ۔ اس میں مقدمے کے علاوہ حاشیے میں مشکل الفاظ کے معنی بھی درج ھیں ۔

۳ ۔ ۱۹۵۱ء میں سندھ مسلم ادبی سوسائٹی حیدرآباد نے ۱۵۰۰ صفحات پر مشتمل خان بہادر محمد صدیق میمن کا مرتبہ شائع کیا ۔

۴ ۔ ایضاً ۔ اسی سال مولانا غلام مصطفی قاسمی کا مرتبہ دو جلدوں میں ایڈیشن کراچی سے شائع ھوا تعداد صفحات ۷۶۷ ۔ اس کی جلد اول کے شروع میں مقدمۃ کے علاوہ الفاظ کے معنی اور الحاقی کلام بھی شامل ھے ۔

۵ ۔ ایضاً ۔ اسی سال محمد عثمان ڈیپلائی نے ۱۲۰۶ صفحات پر مشتمل رسالو شائع کیا ، اس میں الحاقی کلام بھی شامل ھے ۔

۶ ۔ ۱۹۵۸ء میں پروفیسر کلیان بولچند اڈوانی نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۷۸ صفحات پر مشتمل رسالو ہندوستانی کتاب گھر بمبئی سے شائع کرایا ۔ اس میں شاہ کی سوانح ، تشریح ، و معنی اور داستان کا خلاصہ درج ہے ۔ الحاقی کلام خارج ہے ۔

۷ ۔ ۱۹۶۱ء میں سندھی ادبی بورڈ نے علامہ آئی ،آئی قاضی کا مرتبہ رسالو جو ۸۷۰ صفحات پر مشتمل ہے شائع کیا اس میں مقدمہ شامل نہیں ہے ۔ البتہ آخر میں مشکل الفاظ کے معنی درج ہیں ۔ یہ پہلا مجموعہ ہے جس میں سرکیڈا اور شامل نہیں ہے اور سروں کے ترتیب بھی بالکل مختلف ہے ۔

۸ ۔ ۱۹۶۹ء میں شاہ عبداللطیف ثقافتی مرکزحیدرآباد نے ۳۵۸ صفحات پر مشتمل برٹش میوزیم کا قلمی نسخہ مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ شائع کیا ۔

۹ ۔ ۱۹۷۴ء میں شاہ عبداللطیف ثقافتی مرکزحیدر آباد نے ڈاکٹر بنی بخش بلوچ کا مرتبہ رسالو جسے تین قدیم قلمی نسخوں کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے شائع کیا ۔

بہرحال شاہ جورسالو کی ترتیب " گنج " کے علاوہ اکثر یکساں ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ کسی نسخے میں زیادہ بیت ہیں اور کسی میں کم ، یا پھر ان میں رسم الخط کا فرق ہے ۔ شاہ جو رسالو کا اب تک کوئی جامع نسخہ تیار نہیں کیا جا سکا ۔ اس سلسلے میں ایک سندھی ادیب نے تو یہ بھی کہا ہے کہ " جن بزگوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رسالو کی عربی اور فارسی میں شرح لکھی ہے ، انہوں نے کبھی اس کا ایک جامع نسخہ نہ ہونے کی شکایت نہ کی ۔ ایک جامع نسخہ کے معنی ہیں کچھ ابیات کو بڑھایا یا گھٹایا جائے یا ان کی عبارت میں کمی بیشی کی جائے تو ایسا مکمل نسخہ کبھی بھی تیار نہ ہوگا اور ہر نئے نسخے کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا ۔ غیر فانی کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خود اپنے وجود کا ثبوت ہوتا ہے اور شاہ کا کلام دو سو سے زائدسالوں سے اپنے غیر فانی ہونے کا ثبوت فراہم کر رہاہے جو اس کی جامعیت کی دلیل ہے " لیکن اس کے باوجود ایک عام قاری اور سندھی ادب کے طالب علم کے لیے رسالو کا مستند نسخہ وقت کی ضرورت ہے ۔ اس سلسلے میں ایک عام قاری کے ذہن میں جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکات آ سکتے ھیں وہ یہ ھیں ۔

۱ ۔ ڈاکٹر گربخشانی نے جن قلمی نسخوں سے استفادہ کیا ھے ، ان کو بطور خاص بنیاد بنا کر اور گربخشانی کے رسالو کی چوتھی جلد کے مسودے اور ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم کے مرتبہ رسالو کے مسودے کی بازیافت کر کے اس سے استفادہ کیا جائے اور ان کے علاوہ درج بالا مطبوعہ نسخوں میں سے چند اہم اور مستند نسخوں سے بھی مدد لی جائے ۔

۲ ۔ رسالو کے قلمی نسخوں میں جو الحاقی کلام ھے اور جن کی جانب گربخشانی اور مولانا محمد وفائی نے اپنی کتب میں اشارے کئے ان پر مزید تحقیق کی ضرورت ھے ، اسی طرح رسالو پر ایک دفعہ اور مرتب کرتے وقت اس بات کا گہری نظر سے جائزہ لینے کی ضرورت ھے کہ اس میں الحاقی کلام نہ آسکے اور اس طرح ایک نئے ادبی معرکہ کو معرض وجود میں آنے سے روکا جا سکے ۔

۳ ۔ گربخشانی رسالو کی چوتھی اور آخری جلد مرتب نہ کر سکے کہ ان کا انتقال ھو گیا ۔ بعد میں سندھ یونیورسٹی نے گربخشانی کے رسالو کا منظوم اردو ترجمہ شائع کیا اور آخری حصّہ اس مقصد کیلئے قبلہ ڈاکٹر بلوچ نے مرتب کیا ۔ کیا ھی اچھا ھو کہ ڈاکٹر قبلہ نبی بخش بلوچ کا مرتبہ یہ حصہ بھی گربخشانی کے رسالو کے تکملہ کے طور پر انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی شائع کر دے تاکہ ایک عملی کاوش سے اہل سندھ اور سندھی زبان اور شاہ کے شیدائی استفادہ کر سکیں ۔

۴ ۔ شاہ جو رسالو کو مرتب کرنے اور اسکی مستند شرح لکھنے کے لیے علما کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے ، اس میں عربی اور فارسی کے علما کے علاوہ سنسکرت زبان و ادب ، لغت و لسانیات اور صوفیات کے ماہرین کو بھی شامل کیا جائے تاکہ کام میں کوئی سقم نہ رہ جائے ۔

۵ ۔ رسالو میں جو ٹھیٹھ لیکن اب متروک سندھی الفاظ آئے ھیں ان کی تحقیق لغت و لسانیات کے علاوہ ان اہل زبان سے بھی کی جائے جہاں وہ بولے جاتے تھے ، اس جانب رسالو میں واضح اشارے ملتے ھیں ۔ اسی طرح الفاظ کے اشتقاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و معنی کے لیے ان ہی اصولوں کو اپنایا جائے جو ڈاکٹر گربخشانی نے اختیار کیے ہیں ۔

٦ ۔ رسالو کے لیے قدیم لاڑی تلفظ اختیار کیا جائے کیونکہ شاہ کے آباو اجداد لاڑ کے قریب رہتے تھے اور لاڑ کے علاقے میں وسیع تعلقات ہونے کی وجہ سے شاہ بھٹائی کا تلفظ بھی لاڑی تھا ۔ پھر بھٹ شاہ اور بلڑی کے قدیم نسخوں میں بھی یہی تلفظ ہے اور سب سے اہم یہ کہ لاڑ کے دیہاتی اب تک اسی تلفظ کو اختیار کیے ہوئے ہیں ۔

٧ ۔ اور سب سے اہم یہ کہ رسالو کے صحیح لاڑی تلفظ کی خاطر ہر لفظ پر اعراب لگائے جائیں ۔

© rasailojaraid.com